اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں: سیرت طیبہ کی روشنی میں

FOUNDATIONS OF ISLAMIC WELFARE STATE IN THE LIGHT OF SIRAH

Ahmad Raza
Assistant Professor, Dept. of Islamic Thought, History & Culture
Allam Iqbal Open University Islamabad; ahmad.raza@aiou.edu.pk
Ms. Rabia
Research Scholar, Faculty of Islamic Studies
Allam Iqbal Open University Islamabad;rabiaraza26@gmail.com

Abstract

A welfare state is the need of every era as it provides all the basic needs to its citizens. The question arises what are the foundations of Islamic state? in this article, These foundations have been presented in the light of Sirah of the prophet Muhammad ﷺ. Recommendations have also been formulated at the end of the article. The basic foundation of Islamic state is faith on almighty Allah and the basic guide is Qura'n and Sunnah. The Holy Prophet ﷺ and his companions made this state sovereign, prosperous and welfare. Faith, rule of law, social justice, security, defense and welfare of the people are the foundations of the Islamic welfare state.

Keywords: Foundations, Welfare State, Sovereignty, Rule of law, Sirah

اسلامی ریاست کا تصور اتنا جامع ہے کہ وہ چودہ سو سال پہلے سے ہی دنیا میں اپنا سیاسی نظام کامیابی کے ساتھ چلا کر مثالی نمونہ قائم کر چکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و نصرت سے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کی اور اسے رہتی دنیا تک کے لیے مثال بنا دیا۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اپنے عمل سے اس ریاست کو پوری دنیا میں ممتاز بنا دیا۔ انہوں نے سادگی، خدا خوفی، خود احتسابی، قانون کی حکمرانی اور عدل و انصاف کی وہ مثالیں قائم کیں جن کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ موجودہ دور کی مغربی اصطلاح "فلاحی ریاست" آج کی پیداوار ہے اور حقیقی معنوں میں اسلامی تعلیمات کی خوشہ چین ہے۔ اسلام نے فلاحی ریاست

کے حوالے سے بڑی جامع اور واضح ہدایات دی ہیں۔ اقتدار اعلیٰ، اولوالامر کی اطاعت، شورائیت، عدل وانصاف، عوام کی فلاح وبہبود اور ریاست کا دفاع اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں ہیں جنہیں اس مقالہ میں تحقیقی اسلوب کے ساتھ زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے مقالہ کے اختتام پر نتائج وسفارشات بھی ترتیب دی گئی ہیں۔

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں درج ذیل ہیں:

1۔ اقتدار اعلیٰ

جب مسلمانوں کی سب سے پہلی ریاست مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے تشکیل دی تو اس ریاست کا اقتدارِ اعلیٰ نہ تو کسی فرد کو حاصل تھا اور نہ ہی کسی ادارے کو، یہ اقتدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تسلیم کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے عملی اظہار کا ذریعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کے متعلق قرآن مجید نے تمام انسانیت کو واضح پیغام یہ دے دیا: قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. [1]

(آپ ﷺ فرما دیجیے اے اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے۔ تو جسے چاہیے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ تیرے ہاتھ میں ہر خیر ہے۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

امام رازی اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں: ''حسن بصری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو فارس اور روم کے ملکوں پر غلبہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائے گا۔ اور انبیاء علیہم السلامکے مقامات اسی طرح ہیں انہیں جب کسی دعا کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ دعا قبول کی جاتی ہے''۔ [2]

---

[1]- سورۃ آلِ عمران، 3:26

Al-Qura'n, 3:26

[2]- رازی، فخر الدین محمد بن ضیاء الدین، تفسیر مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت، 1398ھ، ج2، ص242

روایات سیرت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا اور آپ نے اپنی امت سے روم اور فارس کی سلطنتوں کی فتح کا وعدہ کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ کہاں روم اور فارس کے ملک اور کہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ بات بہت دور کی ہے۔ چنانچہ منافقوں کے اس اعتراض پر تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ دعا کیجئے اے اللہ ملک کے مالک! تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے۔[3]

جب غزوہ احزاب میں نبی کریم ﷺ نے خندق کے نشان لگائے اور دس دس آدمیوں کی جماعتوں کو چالیس چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان آگئی جو کسی کدال اور پھاوڑے سے نہ ٹوٹتی تھی۔ تب صحابہ کرام نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا اور انہوں نے آکر آپ ﷺ کو معاملہ بتایا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان کے ہاتھ سے کدال لے کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو آپ ﷺ کی ضرب سے چنگاریاں اڑیں اور اندھیری رات میں بجلی کی طرح روشنی پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مسلمانوں نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس روشنی میں مجھے حیرہ کے محلات نظر آئے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی تو فرمایا کہ اس کی روشنی میں مجھے روم کے محلات نظر آئے پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا اس روشنی میں مجھے صنعاء کے محلات نظر آئے اور مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر خبر دی کہ میری امت ان تمام ملکوں پر قابض اور غالب ہو گی۔ سو تمہیں خوش خبری ہو۔[4]

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو اللہ تعالیٰ نے حرف بہ حرف سچ ثابت کیا اور ان تمام سلطنتوں کو مسلمانوں کو زیر نگین کر دیا۔ مسلمانوں نے ان ممالک میں اسلامی نظام نافذ کیا اور دنیا کو ایک مثالی نظام سے روشناس کرایا۔

اسلامی نظام سیاست میں اقتدار اعلیٰ یعنی حاکمیت مطلق (Absolute Sovereignty) صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو راہ ہدایت پر چلانے کا جو بنیادی قانون ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ

Rāzī, Fakhr-ud-Din Muḥammad, *Tafseer Mafatīḥ al-Ghāib*, Dār Al-Fikr, Bairūt, 1398 A.H, Vol.02, P. 424

3- محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار العلم، بیروت، 1432ھ، ج2، ص567

Muḥammad bin Sa’d, *Al-Ṭabaqāt-al-Kubrā*, Dār-al-I`lm, Bairūt, 1432 A.H, Vol.2, Page 567

4- طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مکتب اسلامی، بیروت، 1432ھ، ج2، ص569

Ṭabarī, Muḥammad bin Jareer, *Tāreekh-al-Umam*, Maktab Islamī, Bairūt, 1438 A.H, Vol.2, P. 569

ہے جسے شریعت کہتے ہیں۔ انسان شریعت کی رہنمائی میں اپنی زندگی کو بہتر بنائیں گے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لیے خود کو تیار کریں گے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو اسلامی نظام سیاست کو دنیا کے دیگر سیاسی نظاموں سے منفرد کرتا ہے۔ چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ" اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قانون کو تسلیم کرنا اسلامی حکومت کا بنیادی فرض ہے"[5]۔

اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کا بنیادی قرآنی اصول درج ذیل ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ. [6](ہم اگر ان لوگوں کو زمین میں اقتدار عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دینگے اور نیکی کا حکم کرینگے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ کے اختیار میں تمام کاموں کا انجام ہے)۔

اس آیۂ مبارکہ میں حکمرانی کا بنیادی اصول یہ سمجھایا گیا ہے کہ اصل اقتدار اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انسانوں کو حکومت بطور امانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جس کا تقاضا ہے کہ نماز قائم کی جائے، زکوۃ ادا کی جائے، نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> "اللہ کے مددگار اور اس کی تائید و نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت و فرمانروائی بخشی جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق و فجور اور کبر و غرور کے بجائے اقامت صلوٰۃ ہو، ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکوۃ میں صرف ہو، ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ کوئی سمجھنا چاہے تو اسی ایک فقرے سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے"۔[7]

---

[5]- غزالی، محمد بن محمد، التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1988ء، ص8

Ghazalī, Muḥammad bin Muḥammad, *Al-Tabar-al-Masbook*, Dār-al -Kutab āl-Ilmiah, Bairūt, 1998, P. 08

[6]- سورۃ الحج، 41 : 22

Al-Qura'n, 22:41

[7]- سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، الاصلاح فاؤنڈیشن، لاہور، 1999ء ج3، ص233

Abu-al-A'lā, Maudūdī, *Tafhīm-al-Qura'n*, Al-Iṣlaḥ Foundation, Lahore, 1999, Vol.3, P. 233

اقتدار اعلیٰ کے اساسی نکتہ کی بابت سید قطب لکھتے ہیں:"اسی بنیاد پر اسلام کے اجتماعی اور سیاسی نظام کی عمارت قائم ہے۔ جبکہ دنیا کے نظام ہائے سیاست اس اصول پر مبنی ہیں کہ زمین پر حاکمیت انسان کی ہے۔ یہ دونوں اصول ایک دوسرے سے متضاد ہیں اور باہم مل نہیں سکتے"۔[8]

درج بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی فلاحی ریاست کا حاکم مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ بندے اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے نائب کی حیثیت سے ریاست کا نظم ونسق کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔

2۔ صاحبِ امر کی اطاعت

اسلامی فلاحی ریاست میں صاحب الامر کا اعزاز در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا منصب ہے۔ اس کی اطاعت نیکی کے امور میں واجب ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُم۔[9]

(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اولو الامر کی)۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اولو الامر کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:"اولی الامر کی تاویل میں اختلاف رائے ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حسن، عطاء، اور مجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فقہ یعنی دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے ہوں۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس سے مراد جہاد پر جانے والے فوجی دستوں کے سالار ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ آیت میں یہ تمام لوگ مراد ہوں کیونکہ اولی الامر کا اسم ان سب کو شامل ہے۔ امرائے جیوش لشکروں اور فوجی دستوں اور دشمن سے حرب وضرب کی تدابیر سے تعلق رکھنے والے معاملات کے نگران اور ذمہ دار ہوتے ہیں جبکہ علماء شریعت کی حفاظت اور معاملات وامور کے جواز اور عدم جواز کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو امراء اور حکام کی اس وقت

8- سید قطب، العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام، دار الشروق، قاہرہ، 1413ھ، ص76

Syed Quṭab, *Al-Adalat-al-Ijtimaiyah*, Dār al-sharūq, Cairo, 1413A.H, P. 76

9- سورۃ النساء، 4: 59

Al-Qura'n, 4:59

تک اطاعت کا حکم دیا گیا اور ان کی بات ماننے کے لیے کہا گیا جب تک وہ عدل وانصاف سے کام لیتے رہیں۔ رہ گئے علماء تو وہ عادل ہوتے ہیں ان کی شخصیتیں پسندیدہ ہوتی ہیں اور جو کچھ وہ لوگوں کو بتاتے اور جو کچھ کرتے ہیں اس میں ان کی دین داری اور دیانت داری پر لوگوں کو پورا بھروسا ہوتا ہے"[10]۔

صاحب امر یعنی حکومت کی اطاعت صرف معروف میں واجب ہے، معصیت کے کاموں میں کسی کو ان کی اطاعت کا حق نہیں پہنچتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ایک مسلمان پر اپنے امیر کی سمع وطاعت فرض ہے خواہ اس کا حکم اسے پسند ہو یا ناپسند، تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع وطاعت نہیں"۔[11]

اسلام میں خلیفہ بُرحق اور شرعی طور پر مُجاز حکمران کی اطاعت لازم ہے لیکن نیکی کے کاموں میں۔ اسلام میں مقتدر مطلق نہ سربراہ مملکت وحکومت ہے، نہ چیف جسٹس ،نہ پارلیمنٹ اور نہ ہی عوام۔ بلکہ مقتدر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور غیر مشروط مُطاع صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ اسی کو قرآن حکیم نے حاکمیتِ الٰہیہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

3۔ شورائیت

اسلامی فلاحی ریاست میں شورائیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہم دینی، قومی اور ریاستی امور میں صحابہ کرام کو شریکِ مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[12] (اور آپ ﷺ انہیں معاملات میں شامل مشورہ کیجیے)

---

[10]- جصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، 1406ھ، ج2، ص190

Jaṣṣaṣ, Abu Bakar Aḥmad bin Ali *Aḥkām-al-Qura'n*, Dār-al-Ilm, Bairūt, 1432 A.H, Vol.2, P. 190

[11]- مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب السمع والطاعۃ علی المرء المسلم، حدیث نمبر2778

Muslim bin Ḥajjāj, *Al Jame'-al-Ṣaḥīḥ*, Maktaba-al-Shamila, kitāb-al-amarah, Ḥadīth No. 2778

[12]- سورۃ آل عمران، 159:3

Al-Qura'n ,3:159

فرمانِ الٰہی کے مطابق آپ ﷺ اپنے صحابہ سے تمام اہم امور میں مشورہ لیتے اور متفقہ رائے پر عمل کرتے۔ کتبِ تفاسیر اور سیرت و تاریخ گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے تمام غزوات میں صحابہ سے مشورہ لیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ خاتم النبیین ﷺ تمام اہم معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے خواہ وہ معاملات دینی احکام سے متعلق ہوں یا ریاست کے انتظامی معاملات سے۔ البتہ احکام شرعیہ میں آپ ﷺ کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق آپ ﷺ جس چیز کو چاہتے فرض یا واجب یا حرام یا مکروہ قرار دیتے۔ سطور ذیل میں صرف دو مثالیں ملاحظہ کیجیے:

- جب کفار و مشرکین مدینہ منورہ پر حملے کے لیے آن پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے دفاعی حکمت عملی سے متعلق اپنی رائے یہ بیان کی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہو جائیں۔ لیکن بعض صحابہ نے سخت اصرار کیا کہ جنگ شہر سے باہر جا کر موزوں ہو گی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اکثریت کے اصرار کے سامنے اپنی رائے ترک کر دی اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں معرکہ آرائی کی جائے۔[13]
- غزوہ احزاب (خندق) کے موقع پر بھی شوریٰ طلب کی گئی کہ شہر سے باہر جا کر محاذ قائم کیا جائے یا شہر کے اندر مورچے بنائے جائیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو یہ رائے پسند آئی۔ چنانچہ اسی پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا۔[14]

آپ ﷺ کے جانشین خلفائے راشدین نے اسلامی ریاست و عوام کی ترقی و خوشحالی کے لیے مشورہ کی عظیم سنت نبوی ﷺ کو بہ اہتمام جاری رکھا۔ آج بھی اسلامی ریاست کی قومی قیادت کو اس مبارک طریقہ کے اِحیاء و اجرا کی شدید حاجت ہے۔ آج کے دور کی شوریٰ پارلیمنٹ ہے۔ پارلیمنٹ ہمارے ملک کا سب سے اہم ترین اور سپریم ادارہ ہے جس کا بنیادی کام قانون سازی کرنا، اہم ترین ملکی و بین الاقوامی معاملات پر غور و فکر کرنا اور اپنے ملک و عوام کے بہترین مفاد کو سامنے رکھ کر اہم فیصلے کرنا ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ ہی ملکی نظم و نسق چلانے کے لیے وزیر اعظم کا

---

[13]- مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، دارالاشاعت، کراچی، 2015ء، ص342

Mubarak Purī, Ṣafī-ur-Reḥman, *Al-Raḥīq-al-Makhtūm*, Dār al-Isha'at, Karachi, 2015, P. 342

[14]- محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج2، ص66

Muḥammad bin Sa'd, *Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā*, Vol. 2, P. 66

انتخاب کرتی ہے اوروزیر اعظم ہی قومی سطح پر قائد ہوتا ہے۔وزیر اعظم پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وزیر اعظم کو چاہیے کہ وہ تمام اہم معاملات پر پارلیمنٹ سے مشورہ کرے اور جس بات پر اکثریت متفق ہو جائے اس پر عمل کیا جائے۔

4۔عدل وانصاف

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ ریاستوں کے استحکام کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی فلاحی ریاست کے قیام کا مقصد ہی عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی فلاحی ریاست کو عدل و انصاف کی بابت واضح ہدایات جاری فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[15]

(اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو)۔ اسلام نے عدل وانصاف پر بہت زور دیا ہے۔

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ عدالت تھا جس کے چیف جسٹس آپ ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ مثالی نظام عدل قائم کریں:وَ أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُم[16] (اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھارے درمیان عدل کروں)۔ ہدایات ربانی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اپنی ذات سے ہی نظام عدل قائم فرمایا اور پوری انسانیت کے لیے مثالی نمونہ پیش کیا۔ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ قریش میں سے اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینے چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان مدینے سے مکہ آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اس شرط کے بعد ایک مظلوم صحابی حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مدینے آ گئے۔ جب اہل مکہ نے آ کر آپ ﷺ کو صلح حدیبیہ کی شرائط کی طرف توجہ دلائی تو آپ ﷺ نے ان سے انصاف کرتے ہوئے ابو جندل کو واپس کر دیا۔[17]

15- سورۃ النساء، 4: 58

Al-Qura'n, 4:58

16- سورۃ الشوریٰ، 42: 15

Al-Qua'n, 42:15

17- مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، ص 557

Mubarak Purī, Ṣafī-ur-Reḥman, *Al-Raḥīq-al-Makhtūm*, P. 557

5۔ عوام کی فلاح وبہبود

اسلامی فلاحی ریاست کے شہریوں کی فلاح ریاست کا فریضہ ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کے شہریوں کی فلاح وبہبود کے حوالے سے درج ذیل اقدامات انجام دیناضروری ہیں:

5.1۔ جان ومال اور عزت کی حفاظت

جان ومال اور عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کے شہری کا یہ پہلا بنیادی حق ہے۔ اس کی ضمانت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہے۔ ریاست کسی شہری کی جان ومال اور ناموس پر نہ خود ہاتھ اٹھا سکتی ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین مقدسہ میں انسانی جان کی عظمت وحرمت کو واضح انداز میں بیان فرمایا۔ ان فرامین میں سے آپ ﷺ کا ایک ارشاد گرامی یہ ہے: "کسی مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں پوری دنیا کا تباہ وبرباد ہو جانا اللہ کے نزدیک کسی حیثیت کا حامل نہیں ہے"۔[18]

شہریوں کی جان کے ساتھ ساتھ ان کی جائیداد اور مال ودولت کی بھی حفاظت کی گئی۔ السیرۃ النبویہ میں ہے: "مسجدِ نبوی کی جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ آپ ﷺ نے اس وقت تک مسجد کی بنیاد نہ رکھی جب تک اُس کی قیمت ادا نہ کر دی"۔[19]

آپ ﷺ چاہتے تو بلا قیمت واجازت مسجد تعمیر کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا عمل پیکر عدل وانصاف رحمۃ للعالمین ﷺ کی شان کے خلاف تھا۔ اسلامی ریاست کے شہریوں کے مال، دولت اور جائیداد کی حفاظت چونکہ آپ ﷺ

18- ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء في تشدید قتل المؤمن، دار رسالۃ العالمیۃ، طبع اول، 1430ھ، حدیث نمبر 1395، بحوالہ نوری، محب اللہ، حسنت جمیع خصالہ، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیرپور، 2018، ص 248

Tirmazī, Abu Isā Muḥammad bin Isā, *Al-Sunan*, Kitāb ad-diyāt, bāb ma jā’ fi tashdīd qatl-il-momin, Dār ar-Risālah al-'almiyah, Edition1, 1430AH, Ḥadīth 1395. With reference, Noorī, Muḥibbullah, Ḥasunat Jamī’o Khiṣālehi, Faqih e A’zam Publications, Baṣirpur, 2018, P. 248

19- ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، مکتب اسلامی، بیروت، 1432ھ، ج 1، ص 432

Ibn Hashām, Abdul Malik, Al-Sirah al-Nabawiyya, Maktab Islami, Bairūt, 1432 A.H, Vol.1, P. 432

کے ذمہ تھی اس لیے آپ ﷺ نے یتیم بچوں کی جائیداکی نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ اس کی قیمت ادا کر کے مسجد کی تعمیر کے لیے ایک مثالی نمونہ قائم کیا۔

5.2۔ قانونی مساوات

اسلامی فلاحی ریاست اپنے تمام شہریوں کو عقیدہ و مسلک، زبان و نسل اور رنگ و خون کا لحاظ کئے بغیر قانونی مساوات کا واضح حق دیتی ہے۔ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کی۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں عزت اور وجاہت کا حامل تھا، اس لیے لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے اور معاملہ کسی طرح ختم ہو جائے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو رسول اکرم ﷺ کے منظور نظر تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اس معاملے میں رسول اکرم ﷺ سے معافی کی سفارش کیجیے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے معافی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: "تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے تباہ ہو گئے کہ وہ غرباء پر بلا تامل حد جاری کر دیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے تھے، یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے قسم ہے رب عظیم کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا"۔[20]

5.3۔ معاشرتی مساوات

اسلامی فلاحی ریاست میں سب شہری معاشرتی حقوق کے اعتبار سے برابر ہیں کسی کو مال و دولت، رنگ و نسل اور نام و نسب کی وجہ سے کوئی برتری نہیں۔ کتاب و سنت میں بالکل واضح ہے کہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقوی پر ہے۔ روایات سیرت میں ہے کہ "قریش اور دیگر قبائل کے سرداروں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا ہم آپ کے پاس کیسے آکر بیٹھیں آپ کی مجلس میں تو ہر وقت غریب، مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹائیں تو ہم آکر بیٹھیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی اس نار وا فرمائش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا"۔[21]

---

[20]- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ، السنن، کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود، المکتبۃ الشاملہ، حدیث نمبر 2901

Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazeed, *Al-Sunan*, Al-Maktaba Al-Shāmila, kitāb-al-Ḥudood, bāb alshafa't fil Ḥudood, Ḥadīth No.2901

[21]- ابن کثیر، عماد الدین، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، دار العلم، بیروت، 1433ھ، ج1، ص234

یہ معاشرتی مساوات کا بہت عمدہ نمونہ ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ نے قائم کیا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کی بعثت کا مقصد رنگ و نسل اور خاک و خون کے بتوں کو توڑنا تھا۔ آپ ﷺ نے سرداران عرب کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ کا یہ عمل اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر میں ذات پات کی کوئی تمیز اور ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ سفر میں تھے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سواری کے لیے اونٹ ایک ہی تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد آپ ﷺ نے عقبہؓ سے فرمایا: اب تم بیٹھ جاؤ میں پیدل چلوں گا۔ حضرت عقبہؓ ہچکچائے کہ نبی اکرم ﷺ تو پیدل چلیں اور وہ اونٹ پر سوار ہوں۔ اس بات کو انہوں نے بے ادبی جانا۔ لیکن جب آپ ﷺ نے اصرار فرمایا اور حکم دیا تو حضرت عقبہ نے حکم کی تعمیل کی۔[22]

یہ واقعہ اس عدل و انصاف کی اعلیٰ مثال ہے جو آقا و غلام اور ادنیٰ و اعلیٰ کی تفریق کو ختم کر دیتا ہے۔ اس طرح کے متعدد واقعات سیرت کی کتب میں محفوظ ہیں جن سے رہنمائی لے کر معاشرتی مساوات کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

5.4۔ ضرورت مندوں کی کفالت

اسلامی فلاحی ریاست اپنی حدود میں اس بات کی ذمہ دار ہے کہ کوئی شہری بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہ پائے۔ چنانچہ جس کا کوئی وارث اور ذمہ دار نہ ہو اس کی ذمہ داری ریاست پر ہے۔ ضرورت مند شہریوں کی کفالت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایات دی ہیں وہ تمام مملکتوں کے لیے اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ ہے (نیکی کرنا لازم ہے)۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ

Ibn Kathīr, A'mād addin Ismaeel, *Al Bidaya Wan-Nihaya*, Dār-al-Ilm, Bairūt, 1433 A.H, Vol.01, P. 234

[22]-سیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ، مکتب اسلامی، بیروت، 1432ھ، ج2، ص624
Sayūṭī, Jala-uddin, Al-Khṣāiṣ al-Kubra, Matab Islami, Bairūt, 1432 A.H, Vol.02, P. 624

نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، صحابہ نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نیکی کا حکم دے، تو صحابہ نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لئے صدقہ (نیکی) ہے۔[23]

5.5۔ تعلیم و تربیت

تعلیم محض حصول معلومات کا نام نہیں، بلکہ عملی تربیت بھی اس کا جزو لاینفک ہے۔ اسلام ایسا نظام تعلیم و تربیت قائم کرنا چاہتا ہے جو نہ صرف طالب علم کو دین اور دنیا کے بارے میں صحیح علم دے بلکہ اس صحیح علم کے مطابق اس کے شخصیت کی تعمیر بھی کرے۔ اسلامی فلاحی ریاست ہر شہری کی ابتدائی اور ضروری تعلیم کی ذمہ دار ہے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ موجود ہے کہ آپ نے کس طرح سے آپ نے اسلامی ریاست میں تعلیم کو عام فرمایا۔ تعلیم کی خاطر جو سب سے پہلے ادارہ قائم ہوا وہ صفہ کے نام سے بنایا گیا۔ صفہ کے علاوہ متعدد مدارس بھی قائم کیے گئے جہاں تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا تھا۔[24]

6۔ معیشت کا استحکام

معیشت کا استحکام ریاست کے استحکام کی ضمانت ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کے استحکام کے لیے معیشت کا مستحکم ہونا بے حد ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کے فرماں روا کی حیثیت سے آپ ﷺ نے معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے جنہیں اصول و قانون کا درجہ حاصل ہے۔ بیت المال کسی نہ کسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی موجود رہا لیکن اس کی کوئی عمارت وغیرہ تعمیر نہیں کی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں جو بھی مال آتا مسجدِ نبوی میں جمع ہو جاتا اور فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا-ابن سعد کے مطابق دورِ صدیقی میں بھی یہی معاملہ چلتا رہا البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ اس ادارے کی بنیاد رکھی

23- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ شاملہ، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، حدیث نمبر 6022
Bukhārī, Muḥammad bin Ismaeel, *Al Jame'-al-Ṣaḥīḥ*, al-Maktaba al-Shamila, kitāb-al-adab, Ḥadīth no.6022

24- غلام عابد خان، عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم، عوامی کتب خانہ، لاہور، 1986ء، ص 52
Ghulām Abid Khan, *A'hd-e-Nabvi ka Niẓām-e-Ta'leem*, A'wāmī kutub Khana, Lahore, 1986, P. 52

اور امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو اس کا پہلا مہتمم مقرر فرمایا۔ تاہم بیت المال کے لیے کوئی عمارت اور جگہ مخصوص نہ کی گئی۔[25]

7۔ریاست کا دفاع

ریاست کا دفاع اہم ترین معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ابتدا میں ہی دفاعی امور کی طرف خاص توجہ دی۔ پائیدار امن و سلامتی کے لیے مہاجرین و انصار اور مدنی قبائل کے درمیان معاہدہ کرایا اور ممکنہ حد تک دوستی کو فروغ دیا۔ مدینہ کے دفاع کے لیے اس بات کو یقینی بنایا کہ اگر معاہدہ میں شریک کسی بھی حلیف پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو تمام معاہدین مل کر مشترکہ دفاع کا عمل سر انجام دیں گے[26]۔ اور اس کا نظارہ دشمنان اسلام نے اپنی آنکھوں سے کیا۔

ریاست اور عوام کی حفاظت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اہل ایمان کو اپنے وطن کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا حکم دیا:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[27]

(اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)۔

جب دشمنانِ اسلام کی طرف سے بدر، احد اور خندق کے معرکے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست پر مسلط کیے گئے تو نبی کریم ﷺ نے ریاست مدینہ کی اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر حفاظت فرمائی[28]۔

25- محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج2، ص104

Muḥammad Bin Sa’d, *Al-Ṭabaqāt-al-Kubrā*, Vol. 2, P. 104

26- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج1، ص303

Ibn Hashām, Abdul Malik, *Al-Sirah al-Nabaviyya*, Vol. 01, P. 303

27- سورۃ التوبہ، 9:41

Al-Qura’n, 9:41

28- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج1، ص234

Ibn Hashām, Abdul Malik, *Al-Sirah al-Nabaviyya*, Vol. 01, P. 234

عہدِ نبوی ﷺ میں کل معرکوں کی تعداد اٹھاسی بنتی ہے۔ یہ تمام لڑائیاں مسلمانوں نے آپ ﷺ کی رہنمائی میں دفاعی طور پر لڑیں۔"ان لڑائیوں میں مسلمان شہدا کی تعداد ۲۵۵، اور مخالفین اسلام مقتولین کی تعداد ۷۵۹ ہے۔ قیدیوں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے جن میں سے ۶۳۴۷ کو بغیر شرط کے اور ۲۰۷ کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا۔ صرف دو کو عدالتی عمل کے تحت جرم ثابت ہونے پر بطور قصاص قتل کیا گیا"۔[29]

آپ ﷺ کی متعارف کردہ اصلاحات کا مقصد انسانیت کی حفاظت تھا، جس کی تقلید آج اقوامِ عالم کی اہم انسانی ضرورت بن چکی ہے۔ عہد حاضر کی قومی قیادت کو ملکی و بین الاقوامی حالات کا صحیح اندازہ ہونا چاہیے۔ ریاست وعوام کے دفاع کے لیے اسے ہمہ وقت مستعد رہنا چاہیے۔ سلامتی کے اداروں کو بھرپور دفاعی صلاحیت سے آراستہ کرنا چاہیے اور ریاست کی سپاہ اور عوام کو دفاعِ ریاست کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان عصر حاضر میں اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور بقا کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ریاست کے دفاع کے لیے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمارے لیے مینارۂ نور ہیں۔ پاکستان کا وجود اللہ اوراس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی عطا ہے۔ اس کی تعمیر وترقی اور دفاع کے لیے جدوجہد کرنا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔

دفاع کے حوالے سے ڈاکٹر ہارون الرشید لکھتے ہیں: "عصر حاضر میں اس بات کا بھی خیال رکھا جانا ضروری ہے کہ دشمن کس قسم کے اسلحے کی تربیت حاصل کر رہا ہے پھر اسی قسم کا اسلحہ حاصل کیا جائے، دشمن کے حملوں اور اسلحے کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید طریقوں سے واقفیت ضروری ہے چنانچہ راکٹوں، میزائلوں، توپوں، ٹینکوں سے آگے اب اینٹی سیٹلائٹ اور الیکٹرونک وار کی ضروریات اور تقاضوں کے حوالے سے الفا پارٹیکل، گاما ریز اور لیزر شعاعوں کی مدد سے بننے والے ہتھیار بھی ایسے دور مار اسلحہ ہیں جو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں، یہ سب بہترین مروجہ عسکری قوت مہیا رکھنے کے لیے ربانی ارشاد اور تاکید نبوی ﷺ کی تعمیل میں شمار ہوتے ہیں"۔[30]

---

[29]- منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1998ء، ج2، ص265
Mansoor Purī, Qāzi Sulemān, *Raḥmatullil-A'ālameen*, Shiekh Gulām Ali and Sons, Lahore, 1998, Vol.2, P. 265

[30]- ڈاکٹر ہارون الرشید، سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں دفاعِ پاکستان، عوامی کتب خانہ، لاہور، 2016ء، ص135
Dr Haroon al-Rasheed, *Sirat-e-Rasool ki Roshni mein Dif ā'-e-Pakistan*, Awami kutub khana, Lahore, 2016, P. 135

نتائج وسفارشات

اسلام میں ریاست کے قیام کا اصل مقصد زمین کا ایک خاص ٹکڑا حاصل کرنا نہیں بلکہ ایک فلاحی مملکت قائم کرنا ہے۔ لہذا ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں، غیر اسلامی ریاستوں سے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک غیر اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں محض یہ ہیں کہ پولیس کے ذریعہ امن بحال رکھا جائے۔ انتظامیہ کے ذریعہ حکومتی کاروبار چلایا جائے اور فوج کے ذریعہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے۔ جبکہ ایک اسلامی ریاست نہ صرف یہ ذمہ داریاں پورا کرتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بنیادی طور پر متعدد بھاری ذمہ داریاں نبھاتی ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد دینی و اخلاقی اقدار پر قائم ہوتی ہے اس لئے اسلام نے حکومت کے انتظام و انصرام کے ساتھ ساتھ دینی واخلاقی اقدار کو بہ طور خاص اہمیت دی ہے اور یہی چیز ایک اسلامی طرز حکومت کو دیگر اقسام حکومت سے ممتاز کرتی ہے۔

1) اقتدار اعلیٰ، اولو الامر کی اطاعت، شورائیت، عدل وانصاف، ریاست کی حفاظت اور عوام کی فلاح وبہبود اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں ہیں۔

2) اسلامی فلاحی ریاست کا اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ زمیں پر اس ریاست کی حکمرانی بطور امانت حکمرانوں کے پاس ہوتی ہے۔ حکمرانوں کو ہمہ وقت اس کا احساس ہونا چاہیے۔

3) اسلامی فلاحی ریاست میں اولو الامر کی اطاعت عوام پر اسی صورت واجب ہے جب وہ شریعت کے تابع ہو۔ چنانچہ حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ شریعت کی پیروی کریں اور عوام سے بھی اس پیروی کا مطالبہ کریں۔

4) اسلامی فلاحی ریاست شورائیت کی بنیاد پر نظام حکومت چلانے کی پابند ہے۔ عوام کا مشورہ، مطالبہ اور خواہش اسلام کی نظر میں نہایت اہم ہے اس لیے کہ عوام ہی ریاست کے اسٹیک ہولڈرز ہیں۔

5) اسلامی فلاحی ریاست عدل وانصاف کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسلامی فلاحی ریاست میں ہر شخص کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ ہونا ضروری ہے جس کی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔

6) اسلامی فلاحی ریاست عوام کی فلاح وبہبود کی ذمہ دار ہے۔ عوام کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت، تعلیم، صحت، روزگار، روٹی، کپڑا، مکان اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی ریاست کی بنیادی واہم ترین ذمہ داری ہے۔ چنانچہ ریاست کو یہ ذمہ داری بھرپور طریقے سے ادا کرنی چاہیے۔

7) اسلامی فلاحی ریاست کی حفاظت عوام اور حکمرانوں پر لازم ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License